مرثیہ در حالِ حضرتِ قاسمؑ ابنِ حسنؑ

(۹۳ بند)

انیس العصر سید ابن الحسین مہدی نظمی اجتہادی

(۱)

ہوتا ہے شب کا چرخ سے عہدِ وفا تمام
مٹتے ہیں آسماں سے نقوشِ ضیا تمام
اٹھتے ہیں بزمِ ماہ سے اختر لقا تمام
کرتا ہے اہتمامِ سفر قافلہ تمام
رخصت فلک سے ہونے لگے دلبرانِ شب
ساماں سفر کا کرنے لگی کہکشانِ شب

(۲)

رختِ سفر کو باندھ رہے ہیں نجومِ لیل
ظلمت کا چھٹ رہا ہے جبینِ فلک سے میل
موجِ شفق ہے شرق میں جیسے لہو کی سیل
مشغولِ حق حیات ہے والشّمس کے طفیل
نجمِ سحر مثالِ جبینِ نیاز ہے
دامن عروسِ صبح کا جائے نماز ہے

(۳)

ہے کائنات مسجدِ معبودِ بے نیاز
اشجار ہیں قطار میں جیسے صفِ نماز
منقارِ عندلیب مناجات کا ہے ساز
صورت ہیں سجدہ گاہ کی گلہائے دلنواز
مہرِ سحر امامِ نمازِ نہار ہے
گردوں پہ چاند عابدِ شب زندہ دار ہے

(۴)

موجِ رواں ہے شبنمِ گلشن پئے وضو
مضطر ہے مرغِ قبلہ نما ہو کے قبلہ رو
نرگس کی آنکھ آنکھ ہے مصروفِ جستجو
کوئل پکارتی ہے گلستاں میں تو ہی تو
ہیں نقشِ گل نوشتۂ تشریح کی طرح
تازہ کلی ہے دانۂ تسبیح کی طرح

(۵)

سبزہ چمن میں جیسے مصلّیٰ بچھا ہوا
ڈالی میں پھول ، رحل پہ قرآں کھلا ہوا
ہر دستِ برگ عرش کی جانب اٹھا ہوا
رب سے ہے اپنے حق کی دعا مانگتا ہوا
خاکِ چمن سے جوئے کرم متصل رہے
یا رب نمودِ سبزہ و گل مستقل رہے

(۶)

قلبِ جبل ہے یادِ الٰہی میں اشکبار
سوزِ درونِ کوہ کا آنسو ہے آبشار
دریا میں یوں حباب ابھرتا ہے بار بار
جیسے نشانِ سجدہ سرِ موج بے قرار
اٹھتی ہے لہر دامن دریا میں اس طرح
سجدہ سے سر نمازی اٹھاتا ہے جس طرح

(۷)

گیتی کا ذرہ ذرہ اطاعت گذار ہے
پا بستۂ مشیتِ پروردگار ہے
پیکر میں تابِ برق ہے سوزِ شرار ہے
لیکن رضائے حق کے لئے خاکسار ہے
پابندِ نظم و ضبط خدا کی خوشی سے ہے
اے خاک! فرشِ مجلسِ دنیا تجھی سے ہے

(۸)

جیسے خمِ رکوعِ نمازی دھنک کا خم
لبیک کہہ رہا ہے لبِ رعد دم بدم
خوفِ خدا سے رہتی ہے بادل کی آنکھ نم
بارش ہے جیسے دیدۂ عارف کے اشکِ غم
ہے طاعتِ خدا کہ چمن میں ہوا چلے
ورنہ کہاں مجال کہ بادِ صبا چلے

(۹)

ترسیدہ قلبِ برقِ تپاں ہے سحاب میں
جلوہ نما ہے خوفِ خدا پیچ و تاب میں
جب مچھلیوں کے کھلتے ہیں لب اضطراب میں
چپکے سے نام لیتی ہیں خالق کا آب میں
دریا کی موج اپنا سفینہ ڈبو گئی
رب کی تلاش تھی تو سمندر میں کھو گئی

(۱۰)

مغرب کے وقت چاند ستارے بصد نیاز
نکلے ہیں اپنے برجِ شرف سے پئے نماز
کر کے تجلیوں سے وضو اخترانِ ناز
ہوتے ہیں کہکشاں کے مصلّے پہ سرفراز
قندیلِ بندگی کو فروزاں کئے رہے
تارے تمام رات چراغاں کئے رہے

(۱۱)

نکہت فشاں فضا میں ہے دامانِ بوستاں
کیا جانے کس طرح چلا خوشبو کا کارواں
جلتے ہوئے اگر کا مہکتا ہوا دھواں
تحلیل ہو رہا ہے سرِ بزمِ لا مکاں
اٹھتا ہے شعلہ شمع کا تعظیم کے لئے
مضطر ہے لو چراغ کی تسلیم کے لئے

(۱۲)

قائم ہیں اپنے حال میں اشجارِ کوہسار
کھولے ہیں منھ دعا کے لئے پربتوں کے غار
ہے آبشار شوقِ عبادت میں بے قرار
پتھر پہ گر کے سر کو پٹکتا ہے بار بار
مشکل سفر ہے، سخت ہیں جادے تلاش کے
دیکھا ہے موجِ آب نے پتھر تراش کے

(۱۳)

موجِ غم عذاب ہے موجِ شراب میں
جیسے کہ دل کا ڈر نظر آتا ہے خواب میں
ہو کر ہوا اسیر حصارِ حباب میں
کرتی ہے بار بار دعا پیچ و تاب میں
پروردگار قیدیٔ زنداں کو چھوڑ دے
گھٹتا ہے دم حباب کی دیوار توڑ دے

(۱۴)

موجِ شمیمِ باغ ، پریشاں ہے کو بکو
کرتی ہے بادِ صبح ، گلستاں میں جستجو
بنتی ہے داغِ سینۂ لالہ کی آرزو
ہے سوسنِ چمن کی زباں محوِ گفتگو
قمری گلے میں طوقِ اطاعت کو ڈال کے
گلشن میں گونجتی ہے کلیجہ سنبھال کے

(۱۵)

سورج کے منھ کو تکتا ہے سورج مکھی کا پھول
انوار کے دیار میں خورشید ہے رسول
شاید زبانِ حال سے کہتا ہے یہ ببول
اللہ دے تو ہے خلشِ خار بھی قبول
ہیں اپنی چاشنی میں مگن شاخِ تر کے پھل
کرتے ہیں سجدہ گر کے زمیں پر شجر کے پھل

(۱۶)

نقشِ جبیں سراب میں ریگ رواں کا ہے
شعلہ چراغِ شام میں سوزِ نہاں کا ہے
جلوہ سحر میں خالقِ کون و مکاں کا ہے
موجِ ہوا کے شور میں لہجہ اذاں کا ہے
شاہد ہیں خار ، غم کی چبھن ہے ببول میں
زردی ہے سوزِ عشق کی سرسوں کے پھول میں

(۱۷)

بن میں نہالِ بید کی لرزاں ہے ڈال ڈال
قہرِ خدا سے جیسے لرزتے ہیں اہلِ حال
رقصاں ہے کیفِ عشق میں طاؤسِ خوش جمال
جیسے حرم سرا میں عروسِ جواں کی چال
کلیاں چٹک رہی ہیں کہ رب سے دعا کریں
لب کھولتے ہیں پھول کہ حمد و ثنا کریں

(۱۸)

دیکھی ہے آفتاب نے جب صورت زوال
قندیل لے کے نکلے ہیں سیّارِ خوش جمال
جلوہ فگن ہے محفلِ انجم میں یوں ہلال
جیسے کسی نے کھینچا ہے نقشِ لبِ بلال
صف بستہ پیکرانِ مجازی کھڑے ہوئے
چھٹکے نجوم جیسے نمازی کھڑے ہوئے

(۱۹)

مصروف ، جستجو میں شعورِ بشر بھی ہے
جو لا مکاں ہے اس کا سرِ خاک گھر بھی ہے
جس کی کوئی خبر نہیں اس کی خبر بھی ہے
غائب بھی ہے نگاہ سے ، پیشِ نظر بھی ہے
ملتا ہے اور ملنے کا امکان بھی نہیں
پہچان بھی ہے اور کوئی پہچان بھی نہیں

(۲۰)

جنباں ہیں لب ستائشِ معبود کے لئے
پیشانیوں کے سجدے ہیں مسجود کے لئے
شاہد ہے آنکھ جلوۂ مشہود کے لئے
گریہ متاعِ شکر ہے مولود کے لئے
جب بھی پڑی ہے فہم میں عرفان کی طرح
دل پارہ پارہ ہو گیا قرآن کی طرح

(۲۱)

اس مسجدِ ریاضِ عبادت میں اک طرف
صف بستہ آ کے ہوتا ہے ابنِ شہؑ نجف
دشتِ بلا میں بچھتی ہے انصارِ حق کی صف
تیرِ ستم سے ہوتے ہیں تشنہ دہن ہدف
زخمی ہیں جسم تیروں سے اہلِ نیاز کے
بھیگے ہوئے ہیں خوں سے مصلّے نماز کے

(۲۲)

جب عازمِ وغا ہوئے صحرا میں اہلِ کیں
جب طبل کی دھمک سے دہلنے لگی زمیں
جب لشکرِ یزید میں تلواریں کھنچ گئیں
اٹھے مصلّے چھوڑ کے انصارِ شاہِ دیں
نصرت کے اشتیاق میں دل جھومنے لگے
قبضوں کو رن میں تشنہ دہن چومنے لگے

(۲۳)

پہلی شکست شمرِ جفا کار کھا گیا
حر تیرگی سے ہٹ کے اجالے میں آ گیا
چشمِ سپاہِ شام سے پردے اٹھا گیا
قبلہ نما تھا فوج کو قبلہ دکھا گیا
بے دیں ہیں جو عدوئے شہِ مشرقین ہیں
مولائے روزگار ، امامِ حسینؑ ہیں

(۲۴)

بازی بنِ زیاد سے سرورؑ نے جیت لی
یہ جنگ تشنہ کاموں کے لشکر نے جیت لی
تہذیب کی وغا شہِؑ صفدر نے جیت لی
اخلاق کی لڑائی بہتّر نے جیت لی
لشکر امیرِ شام کا بیتاب ہو گیا
بیٹا علیؑ کا رن میں ظفریاب ہو گیا

(۲۵)

حملہ ہوا سپاہِ ستمگر کی سمت سے
حرؑ رن میں آئے سبط پیمبرؐ کی سمت سے
ناوک چلے دمشق کے لشکر کی سمت سے
لپکی قضا کی تیغ ، دلاور کی سمت سے
بڑھتے ہوئے قدم حرؑ غازی کے روک دے
کس کی مجال ہے کہ بہادر کو ٹوک دے

(۲۶)

دشت بلا میں پہلی وغا تھی دلیر سے
بزدل تھے اور بن میں مقابل تھے شیر سے
جانیں بچا رہے تھے شقی ابر پھیر سے
برسی نہ وہ گھٹا جو گرجتی تھی دیر سے
جوہر حسامِ مردِ دلاور کا کھل گیا
بارش ہوئی لہو کی تو میدان دھل گیا

(۲۷)

در آیا شیر لشکرِ اعدا کے درمیاں
تیغِ جری نے کھول دیئے بندِ استخواں
تن کے قفس سے اڑنے لگے طائرانِ جاں
تھی زندگی عزیز لرزتے تھے پہلواں
کھنچتی تھی جب حمایتِ سبطِ نبیؐ کی تیغ
دشمن کو یاد آتی تھی رن میں علیؑ کی تیغ

(۲۸)

بپھرا ہوا اسد تھا غضب میں جلال میں
حاجت تھی خونِ گرم کی پانی کے کال میں
قبضہ تھا تیغِ تیز کا دستِ کمال میں
دشمن پھنسا تھا اپنی ہی سازش کے جال میں
کتنے ہی سانپ ، گھاٹ ، اجل کے اتر گئے
جو دیں کی آستیں میں چھپے تھے وہ مر گئے

(۲۹)

شیدائے اہلبیت پیمبرؐ سے جنگ تھی
سبط نبیؐ کے ناصر و یاور سے جنگ تھی
حق آشنا فداؑ سرورؑ سے جنگ تھی
کوئی ہنسی نہیں تھی ، دلاور سے جنگ تھی
روئے سیاہ ، فوجِ ستمگر کا زرد تھا
وہ حر تھا ، سورما تھا ، بہادر تھا ، مرد تھا

(۳۰)

سب بھاگتے تھے دشت سے منھ پھیر پھیر کے
ڈر تھا کہ رک سکیں گے نہ حملے دلیر کے
تھے ناگوار شمر کو لمحات دیر کے
بولا کہ قتل کردو دلاور کو گھیر کے
کیوں ڈر رہے ہو کام لو ہوش و حواس سے
ناوک چلاؤ دور سے تلوار پاس سے

(۳۱)

بے دیں پلٹ پلٹ کے بنا، دیں کی ڈھا گئے
فتنے اٹھا اٹھا کے قیامت جگا گئے
دشمن سمٹ سمٹ کے سرِ دشت آ گئے
سورج کی دھوپ چھپ گئی بادل وہ چھا گئے
تیغ و سنان و تیر کی بارش تھی شیر پر
پوری سپاہ ٹوٹ پڑی تھی دلیر پر

(۳۲)

رن میں جری کو گھیر لیا فوجِ شام نے
ہمت بڑھا دی شیر کی اس اژدھام نے
جو آگیا حسامِ دلاور کے سامنے
اس کے لہو کو پی لیا پیاسی حسام نے
بازو تھکے نہ تیغ کی رفتار کم ہوئی
لیکن نہ رن میں فوجِ جفا کار کم ہوئی

(۳۳)

سر پر لگی حسام ، جبیں سے لہو بہا
سرورؑ سے قتل گاہ میں حرؑ سرخرو ہوا
مہماں نے میزبان کے حق کو ادا کیا
گھوڑے سے گر کے سبطِ پیمبرؐ کو دی صدا
ہے آخری سلام دلِ ناصبور کا
مولا نثار ہوتا ہے خادم حضور کا

(۳۴)

جانِ بتولؑ ، روحِ شہنشاہؑ کائنات
مولائیؑ روزگار ، امامؑ رہِ نجات
عقدہ کشائے خلقت و حلّالِ مشکلات
بسمل کے پاس آگیا چارہ گرِ حیات
دل حرؑ کا مثلِ غنچہ ، مسرت سے کھل گیا
تکیہ امامِ وقت کے زانو کا مل گیا

(۳۵)

رومالِ فاطمہ شہِ صفدر نے باندھ کے
روکا لہو کی دھار کو سرورؑ نے باندھ کے
شیرازہ صبر کا بنِ حیدرؑ نے باندھ کے
اپنی کمر کو سبطِ پیمبرؐ نے باندھ کے
میت اٹھائی گنجِ شہیداں میں لے کے آئے
اک اور زخم شاہ، رگِ جاں میں لے کے آئے

(۳۶)

عجلت مسافروں کو تھی جنت کی راہ میں
باقی رہا نہ کوئی بھی انصارِ شاہ میں
زندہ تھے کچھ عزیزِ گرامی سپاہ میں
حاضر تھے جو حضورِ شہِؑ حق پناہ میں
اصرار کر کے باد شہِؑ مشرقین سے
اذنِ جہاد مانگ رہے تھے حسینؑ سے

(۳۷)

زندہ تھے اب زہیرؑ نہ باقی تھے اب حبیبؑ
تھے لشکرِ ستم میں مبارز طلب نقیب
چپ چپ کھڑا تھا دشتِ بلا میں شہِؑ غریب
قاسمؑ تڑپ کے آگئے شبیرؑ کے قریب
قدموں پہ سر جھکایا تو دل جھومنے لگا
سرورؑ کے ہاتھ جانِ حسنؑ چومنے لگا

(۳۸)

نزدِ امامؑ آگئے عباسِؑ نامدار
نظریں جھکا کے بولے کہ اے شاہِ ذی وقار
تاخیرِ اذنِ جنگ سے قاسمؑ ہیں بے قرار
روکر کہا حسینؑ نے تم پر چچا نثار
آؤ کہ میں بھی بھائی کے حق کو ادا کروں
دولہا بنا کے راہِ خدا میں فدا کروں

(۳۹)

خیمے میں لائے قاسمِ گلگوں قبا کو شاہ
کھینچی زمیں پہ بیٹھ کے سرورؑ نے سرد آہ
بولا جگر کو تھام کے وہ شاہِ حق پناہ
اللہ! میرے درد و الم کا ہے تو گواہ
توفیقِ صبر دے گھڑی رنج و محن کی ہے
قاسمؑ کا یہ نکاح وصیت حسنؑ کی ہے

(۴۰)

ہمشیر سے یہ کہنے لگے شاہِ خستہ تن
کر دو سنگھار فاطمہ کبریٰؑ کا اے بہن
تبدیل کر دو اپنے بھتیجے کا پیرہن
پڑھنا ہے مجھ کو عقد یہ دولہا ہے وہ دلہن
بیٹی کی بیوگی کا بھی دل میں الم رہے
صدموں میں میرے کوئی بھی صدمہ نہ کم رہے

(۴۱)

بولیں یہ سر کو پیٹ کے بانو کہ اے امامؑ
آفت کی کیا گھڑی ہے مصیبت کا کیا مقام
غربت کے بن میں ہائے یہ شادی کا اہتمام
تشنہ جگر دلہن بھی ہے دولہا بھی تشنہ کام
یہ بیکسی ہے آب نہیں ہے غذا نہیں
سہرا نہیں ہے ، پھول نہیں ہے ، حنا نہیں

(۴۲)

زینبؑ سے بولیں زوجۂ شبرؑ کہ میں نثار
بی بی خوشی کا وقت ہے بیشک ہیں غم ہزار
ہیں آپ صبرِ فاطمہ زہراؑ کی ورثہ دار
دیجے دلِ شکستۂ شبیرؑ کو قرار
سہرا اگر نہیں ہے تو مادر کو غم نہیں
بی بی لہو کی دھاروں کا سہرا بھی کم نہیں

(۴۳)

اٹھو مرے چمن کو جمالِ بہار دو
میرے یتیم بچے کے دل کو قرار دو
میلے ہیں میرے لال کے کپڑے اتار دو
دولہا بنا دو میرے پسر کو سنوار دو
سر کے لئے عمامۂ شاہ زمنؑ تو ہے
بی بی! نہیں ہے کچھ تو ، قبائے حسنؑ تو ہے

(۴۴)

زینبؑ نے یہ سُنا تو ہوئیں اور اشکبار
بولیں کہ میرے بھائی کی دولہا ہے یادگار
یہ بھی ہے میری ماں کے گھرانے کا افتخار
گلزارِ مجتبیٰؑ کے گلِ تر پہ میں نثار
میں ہوں پھوپھی کلیجے میں تابِ الم نہیں
قاسمؑ بھی مجھ کو عونؑ و محمدؑ سے کم نہیں

(۴۵)

کبریٰؑ ہے روحِ فاطمہؑ جانِ شہؑ حنین
قاسمؑ ہے سبطِ سرورؑ عالم کا نورِ عین
دونوں ہیں میرے قلب کی ٹھنڈک جگر کا چین
یہ لالۂ حسنؑ ہے تو وہ نرگسِ حسینؑ
جو مرضیٔ امامؑ جہاں ہے وہ ٹھیک ہے
بھائی کی ہر خوشی میں بہن بھی شریک ہے

(۴۶)

یہ کہہ کے اٹھیں خاک سے زینبؑ جگر فگار
آئیں گلے لگانے بھتیجی کو بے قرار
بولیں یہ چوم چوم کے رخسار بار بار
بیٹی نہ اشک بار ہو تم پر پھوپھی نثار
لازم ہے صبر بیٹی شہِ کربلا کی ہو
قاسم کی تم دلہن ہو بہو مجتبیٰؑ کی ہو

(۴۷)

بولی یہ روکے خواہرِ سلطانِ تشنہؑ کام
جلدی دُلہن بناؤ کہ ہیں منتظر امامؑ
اے لوگو! گوندھ دے کوئی گیسوئے مشک فام
مل دے کوئی ہتھیلی میں مہندی برائے نام
مٹھی پسیجنے سے حنا بھیگ جائے گی
رنگت نہیں تو ہاتھ سے خوشبو تو آئے گی

(۴۸)

افشاں جما کے کوئی جبیں کو نکھار دے
سرمہ لگا دے کوئی دُلہن کو سنوار دے
بڑھ کر کوئی عروس کا صدقہ اتار دے
اللہ طولِ عمر دے عزّ و وقار دے
کلثوم ماں کا خلعتِ شادی نکال دو
سر پر ردائے بنت پیمبرؐ کو ڈال دو

(۴۹)

فضہ کنیزِ دخترِ پیغمبرؐ زمن
کشتی میں لائی بنتِ محمدؐ کا پیرہن
ماں کا لباس دیکھ کے کلثومِؑ خستہ تن
بانہیں بہن کے ڈال کے رونے لگی بہن
زینبؑ پکاریں اے مری ہمشیر اب نہ رو
ہوگی بھتیجی اور بھی دلگیر اب نہ رو

(۵۰)

لینے رضا عروس کی عباسؑ نامدار
آئے قریبِ زینبؑ و کلثومِؑ ذی وقار
سر کو جھکا کے بولا وہ سرورؑ کا جاں نثار
کیا دیر ہے گراں ہے شہِ دیں کو انتظار
بولی بہن کی چارۂ تقدیر کچھ نہیں
آراستہ عروس ہے تاخیر کچھ نہیں

(۵۱)

بھائی کا ہاتھ تھام کے آئیں دُلہن کے پاس
ہر سمت نامرادیاں ہر سو ملال و یاس
پہلو میں درد، سینہ میں بھڑکی ہوئی وہ پیاس
آنکھوں میں اشک، چہرۂ انور اداس اداس
بولی رضا دو بیٹی ہے فرمان باپ کا
عباسؑ کو وکیل بنایا ہے آپ کا

(۵۲)

لے کر رضا عروس کی عباسؑ نامدار
آئے قریب، بولے کہ اے شاہِ ذی وقار
مجھ کو دیا ہے فاطمہ کبریٰؑ نے اختیار
صیغہ پڑھیں نکاح کا مولائے روزگار
بدلا نہیں کسی نے کبھی سرنوشت کو
باندھا ہے میں نے مہر میں ارضِ بہشت کو

(۵۳)

جب پڑھ چکے نکاح کا صیغہ شہِؑ انام
اٹھا سلام کے لئے نوشاہؑ تشنہ کام
چومے قدم چچا کے، پھوپھی کو کیا سلام
دینے لگا دعائیں علمدارِؑ نیک نام
آیا قریبِ مادرِ ناشاد جھوم کے
ماں نے گلے لگا لیا ماتھے کو چوم کے

(۵۴)

آیا دُلہن کے پاس وہ رنجور و دل فگار
بولا نصیب پر نہیں انساں کا اختیار
مجھ کو پدر پہ آپ کے کرنا ہے سر نثار
دیجے مجھے اجازتِ میدانِ کارزار
لینا ہے رن میں دادِ شجاعت سپاہ سے
قاتل پکارتے ہیں مجھے رزم گاہ سے

(۵۵)

بولی دُلہن کہ اے مرے سرتاج الوداع
اے پیشوا و رہبرِ منہاج الوداع
اے روح و جانِ صاحبِ معراج الوداع
رکھئے گا بیبیوں میں مری لاج الوداع
وہ جنگ ہو ، شقی کہیں کرار آپ کو
عبّاس نے سکھائی ہے تلوار آپ کو

(۵۶)

نوشاہ منھ کو دیکھ کے حسرت سے رو دیا
فطرت نے دل کو موجِ الم میں ڈبو دیا
جیسے جگر میں درد نے کانٹا چبھو دیا
آنچل کو آنسوؤں سے دُلہن نے بھگو دیا
داغِ فراق ، عالمِ فانی میں دے گیا
نوشاہ اپنی یاد نشانی میں دے گیا

(۵۷)

نکلا حرم سرا سے حسن کا وہ گلعذار
چہرے سے نورِ حیدر کرار آشکار
یہ عمر تھی کہ قد سے بھی بالا تھا راہوار
عبّاس نے فرس پہ بٹھایا بصد وقار
جھک کر کیا سلام چچا کی جناب میں
آئے نہ دونوں پاؤں فرس کی رکاب میں

(۵۸)

دشتِ وغا میں قاسمؑ گلگوں قبا چلے
رہوار یوں رواں ہوا جیسے ہوا چلے
کچھ دور ساتھ ساتھ شہؑ کربلا چلے
جیسے پسر کے ساتھ پدر کی دعا چلے
روتے تھے شاہ جلوۂ شبرؑ نظر میں تھا
صفین کی لڑائی کا منظر نظر میں تھا

(۵۹)

اُس وقت بھی لڑائی تھی دریا کے گھاٹ پر
اُس وقت بھی کناروں پہ بیٹھے تھے اہل شر
اُس وقت بھی سپاہِ بد انجام و بد سیر
گمراہ تھی کہ جادۂ حق سے تھی بے خبر
جو شکل آج قاسمؑ گل پیرہن کی ہے
تصویر ہو بہو وہ جدالِ حسنؑ کی ہے

(۶۰)

پوشاک زرد زرد ، عمامہ گلاب رنگ
صحرا کی تیز دھوپ میں چہرا شہاب رنگ
دکھلا رہا تھا بن میں رخِ انقلاب رنگ
گرمی سے خود بدلنے لگا آفتاب رنگ
جب بھی بگولے اٹھتے تھے قہر و بلا کے ساتھ
ڈر تھا کہ اڑ نہ جائیں بیاباں ہوا کے ساتھ

(۶۱)

وہ سوز وہ تپش وہ حرارت وہ التہاب
برسا رہا تھا خاک پہ انگارے آفتاب
بادِ سموم دشت میں کھاتی تھی پیچ و تاب
کروٹ بدل رہی تھی تمازت سے سیلِ آب
پانی میں تھے حباب کے لالے پڑے ہوئے
رِستے تھے پائے موج میں چھالے پڑے ہوئے

(۶۲)

اڑتے ہوئے پرند کے جلتے تھے بال و پر
ذراتِ ریگِ دشت تھے دہکے ہوئے شرر
عریاں تھی شاخ شاخ تپاں تھا شجر شجر
چھینکے تھے برگِ سبز کے کرتے اتار کر
تھے پربتوں کی آڑ میں جنگل چھپے ہوئے
ساگر کی تہ میں بیٹھے تھے بادل چھپے ہوئے

(۶۳)

نکلا تھا آج عرصۂ محشر کا آفتاب
کھاتی تھی جوش، چشمۂ حیواں کی موجِ آب
ارواح کو تھا عالمِ برزخ میں پیچ و تاب
زیرِ کفن تھا قبر میں مردوں کو اضطراب
کرب و بلا کے بن میں تھی آفت کی دوپہر
یہ دوپہر تھی روزِ قیامت کی دوپہر

(۶۴)

پرچھائیاں لرزتی تھیں پیکر کی آڑ میں
بیٹھی تھیں حسرتیں دلِ مضطر کی آڑ میں
چنگاریاں نہاں ہوئیں پتھر کی آڑ میں
پانی چھپا تھا دامنِ خنجر کی آڑ میں
مٹی تھی سرخ سرخ کہ تپ تپ کے جل گئی
ریگِ رواں کی سرمئی رنگت بدل گئی

(۶۵)

اڑتی تھی گردِ راہ کہ جیسے دھواں اڑے
آندھی میں جیسے طائرِ بے آشیاں اڑے
جیسے زبانِ تشنہ سے دردِ فغاں اڑے
جیسے غبارِ جادۂ بادِ خزاں اڑے
آتی نہ تھی صدائے جرس رہگذار میں
منزل چھپی تھی پردۂ گرد و غبار میں

(۶۶)

تھے خشک تشنگی سے شعورِ بشر کے لب
مانندِ برگِ زرد تھے تشنہ جگر کے لب
سوکھے ہوئے تھے طائرِ فکر و نظر کے لب
پپڑی جمی تھی کھُلتے نہ تھے چشمِ تر کے لب
جلتی تھی سانس سینے سلگتے تھے آہ سے
لگتے تھے چڑکے آنکھ میں تارِ نگاہ سے

(۶۷)

چشمِ غضب سے مہر کی دشتِ تعب جلا
دامانِ خشک و تر میں تھا جو بھی وہ سب جلا
ہونٹوں سے آبخورہ لگایا تو لب جلا
پانی کے پاس آیا تو دستِ طلب جلا
گرمی سے کوہ و دشت جلے بحر و بر جلے
گیتی پہ آگئے تو فرشتوں کے پر جلے

(۶۸)

گرمی تھی آزمائشِ صبر و ثبات کی
حد کھنچ رہی تھی آج حیات و ممات کی
ایسی بھی اک سبیل ہے آبِ حیات کی
ملتی ہیں جس کی موت سے موجیں فرات کی
رن میں رواں رواں ہے امامؑ زمن کا لال
جاتا ہے اس سبیل کی جانب حسنؑ کا لال

(۶۹)

رشکِ رمِ غزال ہے رہوارِ تیز گام
تصویر ہے براق کی اسپِ سبک خرام
ایسا شرف ہے مرکبِ لختِ دلِ امامؑ
ایسی وفا کہ اہلِ وفا میں ہے نیک نام
حاصل ہے اعتمادِ شہِ مشرقین بھی
اکثر سوار ہوتے رہے ہیں حسینؑ بھی

(۷۰)

دلکش کنوتیاں گلِ رعنا کہیں تو کم
گردن کو حسنِ گردنِ مینا کہیں تو کم
لوحِ جبیں کے بالوں کو سہرا کہیں تو کم
پُر نور پتلیوں کو ستارا کہیں تو کم
گردن کے بال سنبلِ گلزار کی طرح
نازک مزاج شیشۂ افکار کی طرح

(۷۱)

چہرے کو نورِ برقِ تجلّیٰ کہیں تو کم
زُہرہ کہیں تو کم ہے ثریا کہیں تو کم
رفتار کو روانیٔ دریا کہیں تو کم
طاقت کو زورِ ضیغمِ صحرا کہیں تو کم
پائے رمیدہ آہوئے صحرائی کی طرح
تن میں لچک حسینوں کی انگڑائی کی طرح

(۷۲)

وہ دلبری کہ دل کا تقاضا کرے تو کم
وہ خوش ادا کہ خونِ تمنا کرے تو کم
وہ بانکپن کہ حشر کو برپا کرے تو کم
وہ تیز رو کہ قصدِ ثریا کرے تو کم
اس کے لئے یہ فاصلہ اک چوکڑی کا ہے
گیتی سے آسماں کا سفر دو گھڑی کا ہے

(۷۳)

راہِ سفر تمام ہوئی دشتِ زشت کی
حامی سپاہِ ظلم تھی اہلِ کنشت کی
پہلے سے مل گئی تھی خبر سر نوشت کی
آئی ہوا فرس کو بھی باغِ بہشت کی
اڑتا ہوا پہاڑ سرِ دشت جم گیا
نزدِ سپاہِ شام فرس آ کے تھم گیا

(۷۴)

قاسمؑ پکارے پیشِ صفِ لشکرِ ستم
لو آ گئے وغا کے لئے دشتِ کیں میں ہم
شامل ہمارے دل میں ہے عشقِ شہؑ امم
حملہ کرے وہ ہم پہ، ہو بازو میں جس کے دم
ہم کو لہو بہا کے ستم کی سپاہ کا
صدقہ اتارنا ہے شہِؑ حق پناہ کا

(۷۵)

پہچان لو کہ نورِ نگاہِ حسنؑ ہوں میں
پہچان لو کہ شمعِ دلِ پنجتنؑ ہوں میں
پہچان لو کہ خویشِ امامؑ زمن ہوں میں
پہچان لو کہ جانِ شہؑ بے وطن ہوں میں
مولا کا یہ کرم ہے کہ میں کامیاب ہوں
یثرب سے تا بہشتِ بریں ہم رکاب ہوں

(۷۶)

شہؑ پر ستم کو ڈھا کے جہانِ خراب میں
سوچو کہ کیا کہوگے خدا کی جناب میں
کیوں کر چلوگے بزمِ رسالت مآبؐ میں
بیٹھو گے کیسے انجمنِ بوترابؑ میں
جاؤ گے کس طرف کو قیامت میں بھاگ کے
شعلے لپیٹ لیں گے جہنم کی آگ کے

(۷۷)

ناوک چلے ، کلامِ مجاہد ہوا تمام
لشکر نے کی پہل ، تو برآمد ہوئی حسام
کاوا دیا فرس کو چلا اسپ تیز گام
چھٹنے لگا سپاہِ ستمگر کا اژدھام
تلوار خوں کے غسل سے بے باک ہو گئی
قرآں کی سورتوں کی طرح پاک ہو گئی

(۷۸)

تھی شعلہ خو تو آگ لگاتی ہوئی چلی
تازہ لہو کے تھالے بناتی ہوئے چلی
سرکش کے سر زمیں پہ گراتی ہوئی چلی
آدابِ مرگ رن میں سکھاتی ہوئی چلی
باطل شعار فوج کے پرچم جھکا دیئے
تلوار نے سپاہ کو سجدے کرا دیئے

(۷۹)

در آیا شیر فوجِ ستمگر کے قلب میں
ڈالا شگاف دشمنِ سرور کے قلب میں
رقصاں تھی تیغ، فوجِ بد اختر کے قلب میں
دو چار لحظہ سیر کی لشکر کے قلب میں
باطل نواز فوج تھی باطل شکن تھی تیغ
دشمن کا خون پینے کو تشنہ دہن تھی تیغ

(۸۰)

ہو کر نبرد آزما چالاک ہو گئی
بے باک تھی تو اور بھی بے باک ہو گئی
آئی جو میمنہ میں تو سفاک ہو گئی
پہنچی جو میسرہ میں غضبناک ہو گئی
مانگی پناہ تیغ سے افواجِ شام نے
پائے تھے ذوالفقار کے جوہر حسام نے

(۸۱)

بجلی گری تھی فوج پہ، تیغِ رواں نہ تھی
پیکر ملے تھے خاک میں، پیکر میں جاں نہ تھی
جس نے زباں دراز کی، اس کی زباں نہ تھی
بھگدڑ پڑی تھی دشت میں، جائے اماں نہ تھی
جب خوب رن میں خون کی برسات ہو گئی
ازرق سے راستے میں ملاقات ہو گئی

(۸۲)

اک پیکرِ فریب تھا، اک پیکرِ وفا
اک صورتِ عذاب تھا، اک رحمتِ خدا
باطل شعار ایک تھا، اک حق کا آئینہ
گمراہ ایک، ایک زمانے کا رہنما
بزدل تھا ایک، ایک شجاعت مآب تھا
اک ظلمتِ تمام تھا، اک آفتاب تھا

(۸۳)

سیراب و سیر ایک تھا، اک رن میں تشنہ کام
اک حریت پسند تھا، اک فطرتاً غلام
اک دشمنِ امام تھا، اک دلبرِ امام
دونوں تھے ضد کہ ایک سحر تھا، تو ایک شام
اک سمت تیرگی تھی، اجالا تھا اک طرف
اک سو تھی کالی رات، سویرا تھا اک طرف

(۸۴)

دونوں ضدوں کے درمیاں چلنے لگی حسام
مشہور پہلواں کے مقابل تھا تشنہ کام
دیکھا جو رن کا رنگ تو مضطر ہوئے امامؑ
سجدہ میں سر جھکا کے کیا شاہؑ نے کلام
اللہ تجھ کو شاد کرے کامراں کرے
مجھ پر نہ فخر رن میں کوئی پہلواں کرے

(۸۵)

سجدہ بہ سر تھا رن میں پیمبرؐ کا نورِ عین
خالق نے کی قبول دعائے لبِ حسینؑ
عباسؑ یہ پکارے کہ اے شاہِ مشرقین
اللہ نے دیا مرے مولاؑ کے دل کو چین
ازرق نہیں تھا عمرو سے حیدرؑ کی حرب تھی
پوتے کی تیغ تیز تھی دادا کی ضرب تھی

(۸۶)

لرزاں تھے دشت کیں میں ستمگار فوج کے
ڈھالوں میں منھ چھپاتے تھے بدکار فوج کے
اپنے حواس کھوئے تھے سردار فوج کے
حیران و فکر مند تھے سالار فوج کے
شمرِ فساد خو کا دلِ پر فتن ڈرا
ازرق ہوا تمام تو ہر پیل تن ڈرا

(۸۷)

نظریں بچا کے دشمنِ ایماں کئی چلے
چھپتے چھپاتے پشت کی جانب شقی چلے
اعدائے خاندانِ علیؑ و نبیؐ چلے
جیسے کہ روشنی سے الگ تیرگی چلے
ڈالا گیا فریب کا پردہ لڑائی میں
اخلاق کا زوال ہے دھوکا لڑائی میں

(۸۸)

اسپِ سبک خرام کی چھوڑے ہوئے لجام
مصروف تھا جہاد میں شبرؑ کا لالہ فام
جھک کر فرس پہ بیٹھا تھا اک سمت تشنہ کام
پشتِ جری سے سر پہ لگی ضربتِ حسام
نوشاہ کی جبینِ حسیں پر نثار تھیں
سہرا تھا خوں کی دھاروں کا، لڑیاں ہزار تھیں

(۸۹)

جتنے جفا شعار تھے پُر جوش ہو گئے
قاسمؑ جبیں کے خون سے گل پوش ہو گئے
نکلا لہو تو خاک پہ بے ہوش ہو گئے
شبیرؑ کو پکار کے خاموش ہو گئے
کم کم تھا نور آنکھوں میں خونابیوں کے ساتھ
حملہ کیا حسینؑ نے بیتابیوں کے ساتھ

(۹۰)

چمکی شعاعِ تیغِ علیؑ ظلمتیں چھٹیں
اہلِ ستم کی بوئی ہوئی کھیتیاں کٹیں
حلقے سپاہِ شام کے ٹوٹے، صفیں پھٹیں
فوجیں کبھی بڑھیں تو کبھی دور تک ہٹیں
نوشاہ کے لہو سے زمیں لال ہو گئی
بھگدڑ پڑی تو لاش بھی پامال ہو گئی

(۹۱)

فریاد کی حسینؑ نے، عباسؑ نے فغاں
ہم صورتِ رسولؐ تھا صحرا میں نوحہ خواں
شورِ فغاں نے دی خبرِ مرگِ ناگہاں
رونے لگیں خیام میں زہراؑ کی بیٹیاں
آئے حرم میں شاہ سنانی لئے ہوئے
سہرے کے پھول، غم کی نشانی لئے ہوئے

(۹۲)

بولے کہ رنج و غم سے نہ گھبراؤ بی بیو
سر اپنا پیٹ لے نہ دلہن، جاؤ بی بیو
کبریٰ کو میرے پاس ذرا لاؤ بی بیو
رنڈسالہ میری بیٹی کو پہناؤ بی بیو
اجڑی ہوئی بہارِ تمنا کو دیکھ لوں
لاؤ کہ میں بھی صورتِ کبریٰ کو دیکھ لوں

(۹۳)

اب مرثیہ تمام کرو نظمیؔ حزیں
اس سے زیادہ کہنے کی دل میں سکت نہیں
رکھ دو زمیں پہ سجدۂ تسلیم میں جبیں
عزت دے اپنے بندے کو اے ربِّ عالمیں
تا عمر مدح خوانِ شہِؑ کربلا رہوں
جب تک جیوں ثناگرِ آلِ عباؑ رہوں

❁❁❁

زینتِ خانۂ شبرؑ قاسمؑ
جلوۂ چشمِ پیمبرؐ قاسمؑ
جانِ حیدرؑ ہے تو ہے روزِ جزا
قاسمِ جنت و کوثر قاسمؑ

جناب مہدی نظمیؔ اجتہادی